خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کئے بغیر یہ سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کی عظیم الشان قربانیوں کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 اکتوبر 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ ۙ وَ لَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡہِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۱۷﴾ (الحدید:17)

پھر فرمایا:

اس آیت کریمہ کا جو سورۃ الحدید کی 17 ویں آیت ہے آزاد ترجمہ یوں بنے گا، اس میں آزاد ترجمہ اس لئے کہا گیا ہے کہ بعینہٖ لفظوں کی متابعت نہیں کی گئی مگر لفظوں کا ترجمہ بعینہٖ درست ہے ترتیب کے لحاظ سے اس کو تبدیل کر دیا گیا ہے کیونکہ اُردو ترتیب اور تقاضا کرتی ہے، کیا وہ لوگ جو ایمان لائے ان پر ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے رعب سے اور اس کے اثر سے جو ہم نے حق سے اتارا ہے عاجزانہ گر پڑیں گویا زمین بوس ہو جائیں اور مومنوں کو چاہئے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پس ان پر مدت لمبی ہوگئی اور ان کے دل سخت ہو گئے اور اب حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر فاسق ہو چکے ہیں۔

چونکہ خشوع کا مضمون چل رہا ہے اسی لئے میں نے ایک خشوع سے تعلق رکھنے والی یہ آیت آج تلاوت کی ہے۔ اس ضمن میں مجھے پہلے مضمون کی طرف واپس لوٹنا ہوگا جہاں قطراتِ خون کے بہنے کا ذکر تھا، جہاں یہ ذکر تھا کہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ اللہ ایک ایک قطرہ کو پیار کی نظر سے دیکھے گا اور اس میں مَیں نے یہ عرض کیا تھا کہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایسے زمانے کی باتیں ہیں جہاں نسبتاً کم لوگوں کو خون کی قربانی دینے کی توفیق ملے گی اور ایسی صورت میں جہاں قربانی کم ہو جائے اس وقت قیمت بھی بڑھ جایا کرتی ہے۔ ان معنوں میں کہ تھوڑی چیز کی بھی قیمت بڑھ جاتی ہے تو اس پہلو سے یعنی بڑھتی تو نہیں مگر تھوڑی چیز کی بھی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ تو اِس زمانہ کے لوگوں کا ذکر میں نے کیا اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت کو واقعۃً خون بہانے کا بھی موقع ملا ہے خدا کی راہ میں اس طرح بعض احمدی شہید ہوئے ہیں کہ وہ سارا رستہ خون سے بھر گیا۔ پس بکثرت تو نہیں مگر ایسے واقعات ضرور ملتے ہیں کہ جہاں جماعت احمدیہ کے فدائیوں کو اپنا خون اس طرح بہانے کا موقع ملا جیسے بکریاں ذبح کر دی گئی ہوں لیکن جو پہلے لوگ تھے ان میں یہ بہت زیادہ تھے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہ خدا کی راہ میں خون بہانا جو ہے وہ اس سے بہت زیادہ ملتا ہے جتنا اب ملتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ۔ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ (الواقعة: 14، 15) یعنی کچھ قربانیاں ایسی ہیں جن میں پہلے تعداد کے لحاظ سے بہت بڑھ گئے۔ ایک بھاری جماعت ہے ان میں سے جو پہلوں میں سے ہیں لیکن بعد والوں کو بھی ضرور ان قربانیوں کی توفیق ملے گی لیکن نسبتاً کم۔ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ اور بعد میں، آخر میں آنے والے لوگوں میں سے نسبتاً تھوڑے ہوں گے۔

پس بعد میں آنے والوں کا تو ذکر میں نے کیا لیکن ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس مضمون کو اس لئے میں اب دوبارہ اٹھا رہا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو خدا کی راہ میں خون بہایا گیا اس کا کیا عالَم تھا۔ سب سے پہلے یہ یاد رکھنے کے لائق بات ہے کہ اوّل خون بہانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون بار ہا اس طرح بہا ہے جیسے قربانیاں ذبح کر دی گئی ہوں۔ ایک دفعہ نہیں متعدد دفعہ ایسا ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ان معنوں میں اوّلُ الشہداء ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑھنے سے پھر باقی قوم نے قدم آگے بڑھایا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون اس راہ میں نہ بہایا جاتا تو صحابہؓ کو توفیق نہ مل سکتی تھی کہ اس شان کے ساتھ خدا کے حضور اپنے خون کی

قربانیاں پیش کریں اور آج بھی اُسی دور کا فیض ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے غزوات میں اِقدام کا فیض ہے کہ ہمیں بھی یہ توفیق مل رہی ہے۔ قرآن کریم ہمارا ذکر قَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ کے طور کرتا ہے۔ اسی سنّت پر پیدا ہونے والے آخرین میں سے بھی کچھ ہوں گے مگر تعداد میں تھوڑے ہوں گے اگرچہ اوّل درجہ کی قربانیاں پیش کرنے والے ہوں گے۔ اب اللہ مجھے ضبط کی توفیق دے کیونکہ یہ بہت ہی اہم مضمون ہے لیکن بہت دردناک ہے۔

ابوحازم بیان کرتے ہیں اور یہ حدیث بخاری کتاب المغازی سے لی گئی ہے کہ:

''سہلؓ بن سعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زخموں کی بابت پوچھا گیا۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زخموں کو دھونے والے اور پانی ڈالنے والے دونوں کو دیکھا ہے، میں دونوں کو جانتا ہوں۔ نیز جس چیز سے علاج کیا گیا تھا وہ بھی میرے علم میں ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم زخموں کو دھوتی تھیں اور حضرت علیؓ بن ابی طالب ڈھال سے پانی ڈالتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون زیادہ بہتا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلایا اور راکھ زخم پر لگادی اس طرح خون رک گیا۔''

یہ آج کے زمانہ کے لئے بھی ایک سبق ہے جب اور کوئی فوری چیز مہیا نہ ہو تو راکھ جلا کر ڈالنے کا طریق عربوں میں رائج تھا اور یہ بہت عمدہ طریق ہے اس پہلو سے کہ اس میں تمام جراثیم جلنے سے مرجاتے ہیں اور راکھ میں خدا تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے کہ خون جذب کر کے وہ اس مقام پر جہاں سے خون بہہ رہا ہو، بیٹھ جاتی ہے اور خون بند ہو جاتا ہے۔ یہ ضمناً میں عرض کر رہا ہوں کیونکہ ایسے واقعات جماعت میں ہوتے رہتے ہیں ان کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

''اس روز حضور کے سامنے والے دندان مبارک ٹوٹ گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی تھا اور خَود ٹوٹ چکا تھا اور ٹوٹا ہوا خَود آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سر میں دھنس گیا تھا یہاں تک کہ جب نکالنے والے نے دانتوں سے کھینچ کر نکالا تو اپنے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ (اس قدر شدت کے ساتھ وہ اندر دھنسا ہوا تھا)''

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ما أصاب النبی ﷺ من الجراح یوم احد، حدیث نمبر: 4075)

کِتَابُ الجِهَادِ وَالسَّيرِ ، بخاری ہی سے ایک حدیث لی گئی ہے۔ حضرت جندبؓ بن سفیان بیان فرماتے ہیں کہ:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جنگ میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُنگلی زخمی ہوگئی (یعنی سارا بدن زخموں سے چور رہا ہے مختلف وقتوں میں لیکن ایک جنگ میں انگلی کو زخم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا) تُو تو صرف انگلی ہی ہے اور نصیب دیکھ اپنا کہ خدا کی راہ میں خون بہا رہی ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من ینکب أو یطعن فی سبیل اللہ ، حدیث نمبر :2802)

پس وہ جو مختلف مواقع پر خدا کے پیار کی نظریں پڑا کرتی تھیں سب سے زیادہ وہ مواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر آئے ہیں اور خدا نے ان مواقع کو اس پیار سے دیکھا کہ جس پیار سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنگلی کو دیکھ رہے تھے وہ اللہ کی نظریں پڑ رہی تھیں جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:18) تو نے تیر نہیں چلایا بلکہ اللہ نے تیر چلایا تو گویا خدا کے الفاظ میں آپ اس اُنگلی کو مخاطب تھے کہ بڑی خوش نصیب ہے تُو، اللہ کی راہ میں تجھے خون بہانے کی توفیق مل گئی۔

بخاری كِتَابُ الجِهَادِ بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت مروی ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میرے چچا انسؓ بن نضر جنگ بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے اور اس کا ان کو بڑا افسوس ہوا تھا۔ آپؓ نے ایک دفعہ کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پہلی جنگ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین سے لڑی اس میں مَیں شامل نہیں ہو سکا، آئندہ کبھی مشرکین سے جنگ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو میں اللہ کو دکھاؤں گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔''

چنانچہ وہ آیت کریمہ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (الاحزاب:24) ان قربانی دینے والوں میں ان خدا کی راہ میں خون بہانے والوں میں سے وہ بھی تھے کہ جنہوں نے اپنی منتوں کو پورا کر دیا۔ بڑا دعویٰ کیا کہ میں خدا کو دکھاؤں گا اور واقعۃً دکھا دیا۔ ان کے متعلق جو واقعہ درج ہے وہ یہ ہے۔

''جب اُحد کی لڑائی ہوئی تو ایک موقع ایسا آیا کہ مسلمان بکھر گئے۔''

اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ لوگ بارہا سن چکے ہیں جب جنگ نے پانسا پلٹا اور تھوڑی دیر کے لئے مسلمان بکھر گئے اس وقت کی بات ہے۔ اس پر انسؓ نے کہا، یہ انس بن مالک کی روایت ہے مگر ان کے چچا کا نام بھی انس تھا، تو انس نے کہا سے مراد ہے کہ انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کی قربانی کا واقعہ ہے انہوں نے کہا:

''اے میرے اللہ! میں تیرے حضور ان لوگوں کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔''

عجیب پیارا کلام ہے۔ وہ صحابہؓ جو بکھر گئے تھے آپؓ جانتے تھے کہ جان کے نہیں بکھرے مجبور و بے اختیار ہو گئے ہیں۔ تو اللہ کے حضور کہتے ہیں میں معذرت چاہتا ہوں اور معذرت پیش کرنے والے کے اوپر سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی بہادری اور اپنی قربانی کے ذریعے ثابت کردے کہ جو مجبور نہ ہوئے ہوں جن کو یہ اختیار ہو اپنے اوپر کہ میدان جنگ میں اپنی جان جھونک دیں وہ یہ کیا کرتے ہیں تو گویا آپؓ نے صحابہؓ کو اپنی قربانی میں شامل کر لیا۔ میں اس معذرت کے کلام کو یوں سمجھتا ہوں کہ اس معذرت کے ساتھ پھر آپ نے جو جانی قربانی پیش کی ہے وہ اس معذرت کے قبول کرنے میں مددگار ہوگی اور ساتھ یہ کہا کہ:

''میں دشمنوں کے ظالمانہ سلوک سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے تو ان کو سعدؓ بن معاذ ملے۔ انسؓ بن نضر نے ان سے کہا اے سعد! دیکھو جنت قریب ہے۔ رب کعبہ کی قسم! مجھے احد کے اُدھر سے اس کی خوشبو آرہی ہے۔''

سعد نے اسی جنگ اُحد کے دوران جب شہداء بکھرے پڑے تھے اور ان کی تلاش ہو رہی تھی۔ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کہ اس طرح میرے چچا مجھے ملے تھے پھر وہ دشمن پر حملہ کرتے ہوئے اسی ریلے میں کہیں غائب ہو گئے، پھر ان کا پتا نہیں چلا۔

''حضرت انسؓ (جو اس واقعہ کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے چچا انسؓ کو ایسی حالت میں شہید پایا کہ اَسّی سے کچھ اوپر تلوار، نیزے یا تیر کے زخم آئے تھے۔ مشرکین نے ان کی شکل بگاڑ دی تھی۔''

کوئی اس نعش کو پہچان نہیں سکتا جسے اتنے زخم آئے ہوں اندازہ کریں کہ وہ آخر وقت تک جب تک دم میں دم تھا لڑتے رہے اور ان کی بہادری کی وجہ سے، ان کے غیر معمولی جرأت کے ساتھ حملے کے

نتیجہ میں بہت سے دشمنوں کو زَک اٹھانی پڑی ہے اور اس غصہ میں جیسا کہ عربوں میں دستور تھا وہ چہرہ بگاڑ دیا کرتے تھے یعنی نعش کا چہرہ بگاڑ دیا کرتے تھے تو وہ پہچانے نہیں جا سکتے تھے۔ پھر ایسے حال میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انسؓ کو بھیجا کہ جاؤ تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔ ان کی بہن ساتھ تھیں انہوں نے پہچانا اور اُنگلیوں کے پورے سے پہچانا۔ ان کی اُنگلی پر کوئی نشان تھا جو کٹی ہوئی، زخمی اُنگلی، جو نشان دکھائی دے رہا تھا۔ چنانچہ روایت کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ:

”ہم سمجھتے ہیں یہ آیت اسی قسم کے لوگوں کے حق میں نازل ہوئی کہ مومنوں میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اسے پورا کر دکھایا۔ (مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ) اور وہ اپنے اس عہد میں سچے نکلے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب قول اللہ عزوجل من المومنین رجال... ، حدیث نمبر: 2805)

حضرت قیس بن ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

”میں نے طلحہؓ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے جس سے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تیروں سے بچا رہے تھے، اپنے ہاتھ پر تیر لے رہے تھے۔“

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب ذکر طلحة بن عبید اللہ، حدیث نمبر: 3724)

ہاتھ پر معمولی سا بھی کانٹا چبھ جائے تو انسان کا ہاتھ پیچھے ہٹ جاتا ہے، سوئی چبھوئی جائے تو اور بھی زیادہ، خنجر لگے تو اندازہ کریں کہ کتنی بے اختیاری میں انسان کا ہاتھ از خود پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ایک غیر معمولی عزم کے سوا اِنسان کو توفیق ہو کہ وہ ہاتھ اسی طرح سامنے رکھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے سامنے یوں ہاتھ رکھا۔ جو بھی تیر اس طرف آتا تھا اپنے ہاتھ سے روکتے تھے۔ اس وقت تو آپؓ کو توفیق مل گئی کہ اس کو کھڑا رکھا پھر اس کے بعد ہمیشہ کے لئے وہ ہاتھ لُنجا ہو گیا، ساتھ لٹکائے پھرتے تھے۔ اب وہ خدا جو چھوٹے چھوٹے زخموں کے نشان پر بھی پیار کی نظر ڈالتا ہے، جو اپنی عبادت کے وقت پڑنے والے گٹّوں پر بھی پیار کی نظر ڈالتا ہے، اندازہ کریں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ہاتھ کو کس پیار سے دیکھتا ہوگا۔ خدا کی قسم! دُنیا میں کوئی لُنجا ایسا نہیں جس کے ہاتھ پر خدا کے پیار کی نظریں اس طرح پڑتی ہوں جس طرح طلحہؓ کے ہاتھ پر پڑتی رہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانی کا ذکر ہے۔ یہ مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حالت میں پایا گیا کہ آپؓ کا پیٹ چاک تھا، ہند نے آپؓ کا کلیجہ نکال کر چبالیا تھا مگر اسے نگل نہیں سکی تھی۔''

معلوم ہوتا ہے کلیجہ نکال کے چبانے کی کوشش کی ہے تو پھر وہ الٹ گئی، اس کو الٹی آ گئی جس کی وجہ سے جس طرح وہیل مچھلی نے حضرت یونسؑ کو باہر پھینک دیا تھا اسی طرح یہ کلیجہ اس کے پیٹ میں جانا مقدر نہیں تھا، یہ کلیجہ معزّز تھا۔ اس کے چبانے کے متعلق لوگ کہتے ہیں یعنی عام طور پر روایات میں آتا ہے کہ کلیجہ چبا کے کھا گئی یہ غلط ہے۔ کلیجہ چبانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے ناپاک پیٹ کو اللہ نے توفیق نہیں دی کہ وہ اس ناپاک پیٹ میں حضرت حمزہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ ڈال سکے۔ چنانچہ اس روایت میں یہ تفصیل ہے کہ الٹ دیا اس نے اور کلیجہ نہ کھا سکی۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا اس نے حمزہ کے کلیجہ کا کچھ حصّہ نگلا ہے؟ (اب اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باریک نظر کو دیکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یقین تھا کہ ناممکن ہے کہ وہ نگل گئی ہو) عرض کی گئی، نہیں کچھ حصّہ بھی نہیں نگل سکی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے حمزہ کا کوئی حصّہ آگ میں ڈالنا پسند نہیں کیا۔''

پس یہ استنباط محض میرا ذوقی استنباط نہیں۔ میرا بھی یہی استنباط تھا مگر مجھے بے انتہا خوشی ہوئی جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لفظوں میں یہ بات سن لی کہ اس لئے خدا نے پسند نہیں کیا۔ اس روایت میں آتا ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ستّر بار نماز جنازہ پڑھائی۔''

(مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبد اللہ بن مسعود، حدیث نمبر:4414)

کس طرح ایسا ہوا کہ ایک ہی نماز جنازہ ستّر بار پڑھائی گئی ہو۔ وجہ یہ تھی کہ جب بھی کسی شہید کا جنازہ پڑھتے تھے یعنی اُحد میں اور ستّر شہداء تھے تو ہر ایک کے ساتھ حضرت حمزہؓ کو شامل کر لیتے تھے اس لئے اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستّر بار حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی قربانیوں کا ذکر اپنے اشعار میں بھی بکثرت فرمایا ہے اور ان اشعار کے علاوہ تحریرات میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کے جو خون بہائے گئے ہیں ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔ چونکہ جو تراجم تھے، بہت سی عربی زبان کی تحریریں ہیں وہ شعر بھی اور نثر بھی اس لئے چونکہ تراجم جو تھے ان پر مجھے تسلی نہیں تھی جب تک میں خود تفصیل سے نظر نہ ڈالتا اور اچھا ہوا کہ وہ نظر ڈالی گئی کیونکہ بہت جگہ ترجموں میں سقم رہ گئے تھے معلوم ہوتا ہے ترجمے بعد میں کئے گئے ہیں، کسی اور نے کئے لیکن جو ترجمے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کئے وہ تو بہر حال درست ہیں اور اگرچہ وہ معنوی رنگ رکھتے ہیں بعض دفعہ بامحاورہ ہیں لیکن یقیناً سو فیصدی درست ہیں۔ تو اس لئے اس بحث میں پڑنے کی بجائے کہ کون سا لفظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر، اپنے ہاتھ کا ترجمہ تھا اس کا وقت نہیں تھا کیونکہ اب ربوہ کو بھیجتا تو وہاں سے وہ تحقیق کرتے، بتاتے کہ اس کتاب کا ترجمہ کب ہوا۔ اس ترجمہ میں جو پہلی اشاعت تھی، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے ہاتھ سے ترجمہ کیا تھا کہ نہیں اس لئے اس تحقیق و جستجو کا وقت نہ ہونے کی وجہ سے میں نے ازخود جو ترجمہ کیا ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور سردست چند اشعار میں لے سکا ہوں کیونکہ اتنا وقت نہیں تھا کہ تمام اشعار اور عربی تحریروں کا بذات خود ترجمہ کر سکوں۔ فرماتے ہیں:

قَامُوْا بِأَقْدَامِ الرَّسُوْلِ بِغَزْوِهِمْ
كَالْعَاشِقِ الْمَشْغُوْفِ فِي الْمَيْدَانِ
فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِي حُبِّهِمْ
تَحْتَ السُّيُوْفِ أُرِيْقَ كَالْقُرْبَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ:591)

صحابہ رضوان اللہ علیہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میدان جنگ میں اقدام کی وجہ سے اپنے غزوات کے دوران ایک عشق میں مبتلا عاشق کی طرح ڈٹ جایا کرتے تھے یعنی اقدام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے آگے چلتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدام کو دیکھتے ہوئے صحابہؓ بھی بڑھا کرتے تھے تو غزوات میں وہ بڑھتے تو تھے مگر ایسے بڑھتے تھے جیسے ایک عاشق مشغوف ہو، جس کو عشق نے پاگل کر دیا ہو۔

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِي حُبِّهِمْ   تَحْتَ السُّيُوفِ أُرِيقَ كَالْقُرْبَانِ

پس ان جوانمردوں کا خون اپنی محبت میں، اپنی سچائی کی وجہ سے تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہا دیا گیا۔ اب قربانیوں کا خون بہتا ہوا تو سب نے دیکھا ہے۔ اگر کسی کو کوئی نماز روزے کی توفیق نہ بھی ملے تو آج کل رواج ہے کہ قربانی پیش کرنے میں ضرور کوشش کی جاتی ہے تو حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں جس طرح قربانی کا خون یہ سب جانتے ہیں کہ کیسے بہتا ہے، کس طرح اچھل اچھل کر نکلتا ہے اس طرح آنحضرت ﷺ کا خون اللہ کی محبت میں بہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اقدام کے نتیجہ میں بہا ہے اور اللہ کی محبت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کی بناء پر نصیب ہوئی۔ ایک ایسا عاشق جو پاگل ہو رہا ہو عشق میں، ایسے عاشق کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے۔

ایک دوسری جگہ سِرُّ الْخِلَافَة، روحانی خزائن جلد 8 میں صفحہ 397 پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر ہے:

ذُبِحُوْا وَ مَا خَافُوْا الْوَرَىٰ مِنْ صِدْقِهِمْ
بَلْ اٰثَرُوْا الرَّحْمٰنَ عِنْدَ بَلَاءِ
تَحْتَ السُّيُوْفِ تَشَهَّدُوْا لِخُلُوْصِهِمْ
شَهِدُوْا بِصِدْقِ الْقَلْبِ فِي الْاَمْلَاءِ

وہ اپنے صدق کی وجہ سے ذبح کئے گئے اور لوگوں سے خوف نہ کھایا بلکہ ہر سخت ابتلاء کے دوران رحمٰن کو ترجیح دی۔ انہوں نے اپنے خلوص کی وجہ سے تلواروں کے سایہ تلے حق کی گواہی دی۔ تَحْتَ السُّيُوْفِ تَشَهَّدُوْا۔ اب تشہّد میں آپ بیٹھتے ہیں تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے ہیں تو انہوں نے تلواروں کے سائے تلے یہ گواہیاں دی ہیں۔ یہ نہیں کہ آرام سے بیٹھے ہوئے تھے تو وہ درود پڑھ رہے تھے اور تشہّد پڑھ رہے تھے، تلواریں چل رہی تھیں اس کے نیچے نیچے یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

شَهِدُوْا بِصِدْقِ الْقَلْبِ فِي الْاَمْلَاءِ۔ اَمْلَاءِ۔ کا ایک ترجمہ مجالس بھی ہے لیکن یہاں تو مجالس کی بات نہیں ہو رہی یہاں تو جنگوں کی بات ہو رہی ہے۔ پس اَمْلَاءِ کا ایک مطلب ہے زندگی بھر، ساری زندگی۔ تو اس ترجمہ کو بھی میں نے اخذ کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ بنے گا، شَهِدُوْا بِصِدْقِ۔ شَهِدُوْا کے لفظ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں معنی داخل فرما لئے ہیں کیونکہ اس

کے دونوں ہی معنے ہیں۔ شَهِدُوْا کا ایک مطلب ہے گواہی دی اور ایک مطلب ہے شہید ہو گئے تو دراصل ان کا شہید ہونا ہی گواہی تھی۔ پس تشھّد وا کا جو پہلا مضمون ہے وہی اس لفظ کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے کہ تلواروں کے سائے تلے محض زبانی گواہیاں نہیں دیں۔ یہ گواہیاں دیتے دیتے شہید ہو گئے اور ان کی شہادت یعنی خدا کی راہ میں جان دینا ہی دراصل وہ شہادت تھی جو ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رہے گی۔ فِي الْاَمْلَاءِ کا مطلب ہے عمر بھر ایسا ہی کرتے رہے جب تک ان کو توفیق ملی یہ دونوں باتیں ان کی فطرت ثانیہ بنی رہیں بلکہ فطرت اولیٰ کہنا چاہئے۔ یہی ان کی اوّل فطرت تھی یعنی اللہ کے ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے عشق میں مبتلا اور اس عشق کے نتیجہ میں پھر اللہ کے عشق کا وہ مقام حاصل کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے عشق کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں سے جو نثر میں ہیں یہ ایک تحریر میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو اُردو میں ہے اس لئے اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں پڑی۔ فرماتے ہیں:

”وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی عکسی تصویریں تھے۔“

اب اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین کا جو سب سے اعلیٰ مفہوم ہے وہ بیان فرما رہے ہیں۔ خاتم اس انگوٹھی کو کہتے ہیں جس کے نقوش جس جگہ لگائی جائے وہاں چسپاں ہو جائیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم خاتم الانبیاء کن معنوں میں تھے۔ ایک معنی تو یہ ہے کہ نبیوں کے خاتم اور دوسرا ہے کہ سب نبیوں کی صفات آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم میں جمع تھیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی مہر لگتی تھی گویا سب نبیوں کی مہر لگ گئی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو اگر باریک نظر سے پڑھیں تو ان کے اندر عظیم معانی مخفی دکھائی دیتے ہیں جب ان پر نظر پڑتی ہے تو انسان کی روح وجد میں آجاتی ہے۔ صحابہ عکسی تصویریں تھے لیکن وہ تصویر ہر کاغذ پر ایک ہی طرح نہیں بنا کرتی۔ کہیں ہلکی بنتی ہے کہیں تیز بنتی ہے، دباؤ کی بات ہے وہ کاغذ کتنا دباؤ قبول کرتا ہے اور کتنا دباؤ ڈالا گیا ہے۔ پس سارے صحابہؓ کا رنگ تو ایک ہی تھا اس پہلو سے کہ جو بھی تصویر آپ کی بنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہی کی تصویر تھی اور سب کے متعلق ایک ہی بات کہہ کر ان کے مدارج کے فرق کو بھی ملحوظ رکھ لیا۔ اپنا اپنا عشق تھا، اپنا اپنا رنگ تھا مگر جو بھی پیاری تصویر اُبھری ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہی کی تصویر تھی۔

''سو یہ بھاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے فحش بت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے اور ہر دم دُنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے کہ اس کی راہ میں پانی کی طرح اپنے خونوں کو بہادیا۔''

اب عکسی تصویر ان معنوں میں بھی تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے چونکہ خون بہایا تھا اسی طرح آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے چلتے انہوں نے بھی خون بہایا اور جو الٰہی رنگ پکڑے وہ سارے آنحضرت ﷺ کی مہر کے نتیجہ میں پکڑے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں:

''دراصل ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنے کا نتیجہ تھا۔''

وہ اَمۡلَاۗءِ والا لفظ ،عمر بھر، یہ وہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ کسی صادق کی صحبت میں عارضی صحبت اختیار کرنے سے وہ نقش دائمی نصیب نہیں ہوا کرتا جس کا مسیح موعود علیہ السلام ذکر فرمارہے ہیں۔ صحابہؓ کے اندر جو پاک تبدیلی تھی وہ عمر بھر کی صحبت تھی۔ ایک دفعہ جب اس صحبت میں آ گئے تو پھر اس صحبت کو چھوڑنے کا نام نہیں لیا یہاں تک کہ یا ذبح کر دئے گئے خدا کی راہ میں یا طبعی موت مر گئے مگر دونوں صورتوں میں آنحضرت ﷺ کا دامن نہیں چھوڑا۔ یہ وہ طریق ہے جس کے نتیجہ میں یہ سب کچھ نصیب ہوتا ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمارہے ہیں۔

''ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنے کا نتیجہ تھا سو اسی بناء پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔''

پس اب خدا کی راہ میں قربانی دینے والے خواہ وہ پاکستان میں ہوں یا دوسری جگہوں پر ہوں یہ بھی پڑھیں، ان باتوں پہ بھی نگاہ کریں تو ان کی قربانیاں تو ایک ایسا اعزاز ہیں کہ قیامت تک ان کی نسلیں اس پر فخر کریں گی۔ ان کے آباؤ اجداد کی روحیں ان پر فخر کریں گی۔ ان کا قرآن میں ذکر فرمایا گیا۔ قَلِيۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ ۔اوّل درجہ کے تھے گو تھوڑے تھے مگر آخرین میں بھی تھے تو اس کے بعد جو دلوں میں رنج رہ جاتے ہیں اور شکایتیں پیدا ہوتی ہیں اور بعض لوگ یہ لکھتے ہیں کہ ہمارے فلاں نے قربانی دے دی اب ہمیں اس طرح باہر بھجوا دیا جائے یا فلاں ہم سے رعایت کی جائے۔ وہ اگر نہ بھی کہیں تو جو بھی جماعت کے لئے ممکن ہے وہ ضرور کرے گی اور ضرور کرتی ہے مگر جہاں مطالبہ ہونٹوں

پر آیا وہاں وہ بات ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہ صحابہؓ جنہوں نے قربانیاں دی ہیں ان کے ہونٹوں پر تو کوئی مطالبہ نہیں آیا، کبھی اپنی قربانی کے نتیجہ میں کچھ طلب نہیں کیا بلکہ ایسی قربانیاں تھیں کہ جان دی تو جان دینے تک وفا کی اور اس کے بعد طلب کس سے کرنی تھی یعنی انسانوں اور بندوں سے کسی قسم کی طلب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ جو صورت حال ہے ''اسی بناء پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔'' اب دیکھیں ''قائم کرنے کے لئے'' کا لفظ نہیں ہے ''قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔'' اب غور کر کے دیکھیں قائم کرنا زبان پر سب سے پہلے آتا ہے، از خود زبان پر یہ جاری ہوتا ہے کہ سلسلہ قائم کیا گیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر دقیق نظر نہیں ''قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے'' اور اس سلسلہ کا قائم رکھنا قربانیوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ قائم کرنا وابستہ نہیں، قائم رکھنا وابستہ ہے۔ یہ سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا جب تک خدا کی راہ میں وہ قربانیاں پیش نہ کی جائیں جو قربانی دینے والوں کو بھی ازلی زندگی عطا کر دیتی ہیں اور اس جماعت کو بھی ازلی زندگی عطا کر دیتی ہیں جس جماعت کے وہ رکن ہوں۔ تو یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو غور سے پڑھنا اور ان کے مطالب کو اخذ کرنا انتہائی ضروری ہے۔

> ''اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے اور چاہتا ہے کہ صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے بڑھا دیا جائے۔''

اب لفظ صحبت میں مَیں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ اس صحبت سے مراد یہ نہیں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے تو آپؑ کی صحبت نصیب نہ رہی۔ آنحضور ﷺ کو وفات پائے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا لیکن ''صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا'' کا اعلان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسے کر دیا۔ تو ایک صحبت جاریہ ہے، ایسی صحبت ہے جو ہمیشہ رہے گی۔ وہ اخلاق اور اعمال اور ایمان اور اقدار کی صحبت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مہر بند نہیں ہوئی، وہ قیامت تک جاری ہے اور ان معنوں میں جاری ہے کہ جس شخص نے بھی اپنے دل پر وہ نقوش لئے جو رسول اللہ ﷺ کی مہر سے لگتے ہیں تو گویا وہ آپ ﷺ کی صحبت میں داخل ہو گیا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صحبت کا سلسلہ میں بڑھانا چاہتا ہوں اور اب جماعت احمدیہ ایسے دور میں داخل ہے کہ یہ صحبت کا سلسلہ پھیل رہا ہے اور پھیلتا چلا جائے گا اور ان مطالب پر غور کے نتیجہ میں تمام جماعت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جہاں بھی جماعت احمدیہ کی تعداد بڑھتی ہے وہاں مصاحبین کی تعداد بڑھے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ تعداد بڑھانے کا نہیں تھا بلکہ ایسی تعداد بڑھانے کا تھا جس کے ساتھ صحبت کا سلسلہ پھیلتا چلا جائے۔ پس یہی وجہ ہے کہ میں تمام نومبایعین کے متعلق ان ملکوں کے سربراہوں کو بار بار نصیحت کرتا ہوں، بار بار سمجھا رہا ہوں کہ اگر تعداد بڑھی اور صحبت نہ پھیلی تو پھر یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کے مقاصد میں سے نہیں ہے۔ تھوڑی بہت شروع میں لگتی ہے لیکن جتنا دباؤ بڑھتا چلا جائے گا اس مہر کے نقوش زیادہ نمایاں ہوتے چلے جائیں گے۔ پس آپ لوگ بھی اپنی بڑھتی ہوئی جماعتوں پر اس پہلو سے نظر رکھیں اور اپنی پھیلتی ہوئی اولاد پر بھی اس پہلو سے نظر رکھیں کہ کیا وہ یہ نقوش قبول کر رہے ہیں یا نہیں اور نقش بننے شروع ہو گئے ہیں کہ نہیں اگر یہ بن رہے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت اپنے مقصد کو پالیتی ہے۔ ”اور چاہتا ہے“ یعنی خاکسار اپنے متعلق فرماتے ہیں عاجز یہ چاہتا ہے:

> ”کہ صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے بڑھا دیا جائے اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں۔“

اب دن رات صحبت میں رہیں کا ایک ظاہری معنی بھی ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان میں آکر وہاں ٹھہرنے کی بھی بہت تلقین فرمایا کرتے تھے مگر یہ ناممکن تھا کہ یہ پھیلتی ہوئی جماعت جو لاکھوں کی تعداد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی پھیل چکی تھی وہ ساری قادیان میں اکٹھی ہو جاتی۔ کسی طرح یہ ممکن نہیں تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جو ناممکن ہو۔ تو لفظی طور پر کچھ یہ مضمون ان لوگوں پر بھی اطلاق پاتا تھا جو قادیان آئے اور قادیان ہی کے ہو رہے۔ وہ اوّلین تھے صحبت پانے والے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی آخرین بھی تھے اور یہ مضمون بیک وقت چل رہا تھا۔ آخرین وہ تھے جو کثرت سے

احمدی ہو رہے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ صحبت کا سلسلہ ان کے ذریعہ پھیل جائے تا کہ وہ لوگ جو اپنا ایمان اور محبت اور یقین بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں:

''ان پر وہ انوار ظاہر ہوں کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں۔''

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو انوار ظاہر فرمائے گئے وہ مٹ تو نہیں گئے۔ ان کا نور آپؑ کی زندگی کے ساتھ ختم تو نہیں ہوا بلکہ آپؑ کے وصال کے بعد پہلا خلیفہ ہی نور کے طور پر اُبھرا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپؓ کے نور کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ تو یہ استدلال ہے میرا، یہ اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو انوار عطا ہوئے تھے جو آپ بڑھانا چاہتے تھے وہ آپؑ کے وصال کے بعد بھی جاری رہے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صورت میں اس نئے دور کی بنیاد ڈالی گئی جس میں نوروں کا انتشار ہونا تھا اور یہ انتشار حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زندگی تک محدود نہیں تھا ورنہ بالکل بے معنی ہو جاتا۔ اگر آپؓ کی زندگی تک محدود رہنا تھا تو پھر تو بہتر تھا کہ مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی یہ سلسلہ ختم ہو جاتا کیونکہ انوار کا اصل منبع تو آپؑ ہی تھے اس لئے وہ ایک خوشخبری تھی جماعت کے لئے کہ تمہارے لئے انوار کا سلسلہ ختم نہیں کیا جائے گا۔ پس وہ انوار کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اس نور کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ ان تحریرات کا جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے گہری نظر سے مطالعہ ضروری ہے ورنہ بعض دفعہ خدا تعالیٰ کے جس کلام سے لوگ نور پاتے ہیں اسی کلام سے لوگ اندھیرے میں بھی چلے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے نفس کے اندھیرے ساتھ رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اندھا کہا گیا ہے ان کی نگاہ کلام کی گہرائیوں تک جاتی ہی نہیں۔ اب اسی کلام کو پڑھ پڑھ کر دیکھیں دُنیا میں کتنے مخالف اور معاند مولوی ہیں جن کی گستاخیاں ختم ہونے میں نہیں آ رہیں۔ وہ عبارت کے کچھ حصّہ کو لیتے ہیں، کچھ حصّہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جس حصّہ کو لیتے ہیں اس کے معانی کو بھی صحیح بیان نہیں کر رہے ہوتے۔ اس لئے جماعت کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کو پڑھے بھی اور گہرے غور سے ان کا مطالعہ کرے۔ فرمایا:''ان پر وہ انوار ظاہر ہوں جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں'' یعنی یہ انوار پھر آپ پر بھی نازل ہوں گے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں مضمر امور کو آپ سمجھ لیں اور

اختیار کرلیں اور یہ نور اگر آپ کو نصیب ہو جائے تو پھر انوار نازل بھی ہوں گے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کئے گئے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ نور نور سے ملتا ہے جن کا دل نورانی ہو چکا ہو،جس کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نور اخذ کرنے کے نتیجہ میں ہوا،ان کا دل پھر مہبطِ انوارِ الٰہی بن جایا کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت سے دیگر انوار بھی ان پر نازل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔پھر فرماتے ہیں:

”اور وہ ذوق ان کو عطا ہو جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے تا اسلام کی روشنی عام طور پر دُنیا میں پھیل جائے“۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ:21، 22)

”وہ ذوق ان کو عطا ہو۔“ جب نور ملتا ہے تو نور کی اہمیت بھی ساتھ ساتھ واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا میں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان پر بھی نور اترے تا کہ وہ ان کو نور کا مضمون صرف معناً، معنی کے لحاظ سے سمجھ نہ آئے بلکہ ان کے دل میں جاری ہو اور اس کا لطف اٹھانے لگیں۔ جب یہ ہوگا تو پھر یہ ہوگا ”تا اسلام کی روشنی عام طور پر دُنیا میں پھیل جائے۔“

اب دیکھیں ہم دعائیں تو بہت کرتے ہیں کہ اسلام کی روشنی تمام دُنیا میں پھیل جائے مگر یہ کیسے پھیلے گی یہ طریق اکثر لوگوں کو معلوم نہیں۔ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ اے اللہ! اسلام کی روشنی پھیلا دے مگر یہ نہیں جانتے کہ انہوں نے ہی وہ شمعیں بننا ہے جن شمعوں کے ذریعہ روشنی پھیلنی ہے۔تو ایسی دعا کیوں کرتے ہیں جس دعا کو اپنے نفوس میں جاری نہ کرنا چاہیں۔ کسی کو اس دعا کا حق نہیں کہ اے اللہ! اسلام کا نور ساری دُنیا میں پھیلا دے جب تک وہ اپنے دل کو پہلے نورانی نہ بنائے کیونکہ از خود نہیں پھیلے گا ورنہ تو ساری دُنیا پر از خود آسمان سے نور اتر سکتا تھا۔ کیوں نہیں اترتا؟ اس لئے کہ نورانی وجودوں کی معرفت ان کو نہیں مل رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو سلسلہ شروع ہوا وہی سلسلہ ہے جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ کے بعد قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (الواقعة:14، 15) کے ذریعہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر اس سلسلہ نے پھیل جانا ہے۔اس کثرت سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اوّلین تو نہیں ہوں گے لیکن پھر بھی دوسرے درجہ میں نیکیوں پر قدم بڑھانے والے ہوں گے۔ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ وہ پہلوں تک

محدود نہیں رہیں گے یہ بکثرت نیکیوں میں آگے قدم بڑھانے والے آخرین میں بھی پیدا ہوں گے گو ان کی نیکیوں کا درجہ وہ نہیں ہوگا جو اوّلین کا درجہ ہے مگر جس درجہ تک وہ پہنچیں گے وہ بھی بہت بڑے درجات ہیں۔تو دو جنتیں جن کے وعدے کئے گئے ہیں قرآن کریم میں، اس کی تفصیل میں اس وقت جانے کا وقت نہیں مگر ایک جنّت وہ ہے جو بہترین عمل کرنے والوں کو، بہترین قربانی کرنے والوں کو اِس دُنیا میں بھی نصیب ہوتی ہے اور اُس دُنیا میں بھی ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا گیا ہے: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۔ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۔ پھر وہ جنت بھی ہے جو سب مومنوں پر جھکی ہوئی ہے جس کا عام ذکر سورۃ رحمٰن میں ملتا ہے اس کے متعلق فرمایا ہے: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۔ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۔ (الواقعة:40،41) بکثرت بعد میں آنے والوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔

پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ ان مضامین کی گہرائی تک اتر کے جو خون کی قربانیاں ہیں اس مضمون کو بھی زیادہ گہرائی سے سمجھیں گے اور اس کے نتیجہ میں جو نور اترا کرتا ہے اس نور کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ انشاء اللہ باقی مضمون اسی طرح جاری رہے گا۔ انشاء اللہ اگلے خطبہ میں مَیں بیان کروں گا۔